ڈاکٹر جہاں آراء لطفی
اسسٹنٹ پروفیسر شیخ زاید اسلامک سینٹر،
جامعہ کراچی۔

ڈاکٹر عبدالرحمن یوسف خان
اسسٹنٹ پروفیسر انچارج شعبۂ عربی،
وفاقی اردو یونیورسٹی عبدالحق کیمپس کراچی۔

زاہدہ خاتون شیروانیہ کے دیوان "فردوس تخیل" میں عربی زبان کا استعمال

USE OF ARABIC LANGUAGE IN THE DEVAN: "FIRDOS-E– TAKHYUL" OF ZAHIDA KHATOON SHARVANIA

Abstract

Zahida khatoon sheerwania holds prominance not only among well known Hindustani Potesses of her time, but amongst all great poets in history of Hindustan. Praised by great poets and writers for her incredible poetic and philosophical skills, she was a woman of immance talents and brilliant personality. Born on 18th December 1894 in BheekamPur district AliGarh, she belonged to a respectable educated family. Her mother passed away when Zahida Khatoon was only a child, After which her father took great care of her education and upbringing. Her father, Nawab , held deep love for poetry which contributed to hone her brilliant poetic talents to perfection. And in 1905, at the young age of eleven, she became a poetess. Blessed with high intelligence she mastered Persian and Arabic along with her first language, Urdu. And used these

languages in her poetry with excellence. Along with the vast knowledge of Quran, Hadith, and Islamic history, which she often referenced it in her poems. The undying love and sympathy for Ummat-e-Muslimah lead to her great concern for betterment of the Hidustani society. She used her words in form of poetry to raise voice against the cruelty and unjust women faced in the Hindustani society and promoted women rights. Moreover, she worked for awareness of education and moralistic guidance of youth. Forming a society named "Youth Shewanis" for this vary purpose.For this article i have chosen specific poetry from her dewaan FIRDOOS E TAKHYYUL with influence of Arabic language, and those incorporating verses from Quran and Hadith.

زاہدہ خاتون شیر وانیہ ۱۸ دسمبر ۱۸۹۴ء کو بھیکم پور ضلع علی گڑھ میں پیدا ہوئیں۔ان کے والد نواب سر مزمل حسین خان، سر سید احمد خان کی تحریک سے متاثر تھے اسی لیے ان کا اور ان کی بڑی بہن احمد بیگم کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام کیا گیا جیسا کہ مسلمان گھرانوں میں دستور تھا۔زاہدہ خاتون کی تعلیم کی ابتدا چار برس کی عمر میں قرآن شریف سے کی گئی پھر ایک استانی اردو پڑھانے اور لکھانے کے لیے مقرر کی گئی، عام طور سے اس زمانے میں لڑکیوں کو پڑھایا لکھایا نہیں جاتا تھا مگر زاہدہ خاتون کو علمی اور ادبی ماحول کے ساتھ ساتھ باقاعدہ فارسی اور عربی کی تعلیم کی سہولت مہیا کی گئی۔انھیں فارسی پڑھانے کے لیے ایران سے ترک وطن کرنے کے آنے والی ایک باکمال شاعرہ فرخندہ بیگم طہرانیہ کی خدمات حاصل کی گئی۔ان خاتون کی شاعری اور گھر کے علمی اور ادبی ماحول نے بچپن میں زاہدہ خاتون کو شعر گوئی کی طرف مائل کر دیا۔وہ دس برس کی عمر سے شعر کہنے لگیں۔زاہدہ خاتون نے صرف و نحو، حساب اور فقہ کی تعلیم مولوی محمد یعقوب اسرائیلی نے دی جو اپنے علم و فضل اور مرتبے میں بہت اعلی مقام رکھتے تھے جبکہ انہوں نے عربی کی اعلی تعلیم مولوی سید احمد ولایتی جیسے عالم سے حاصل کی ،ز،خ،ش نے بڑی توجہ سے احادیث اور قرآنی تراجم کا بھی مطالعہ کیا۔نواب مزمل اللہ خان نے اپنے بیٹے احمد اللہ خان کو یہ حکم دیا کہ وہ فرصت کے اوقات میں انہیں انگریزی پڑھائیں، وہ کود بھی علم کے دلدادہ اور شعر و سخن سے شغف رکھتے تھے۔اس طرح گھر میں ادبی ماحول ہمہ وقت رہا کرتا تھا۔[۱]

زاہدہ خاتون برصغیر کی ایک نہایت باشعور، درد مند طبیعت کی مالک، حساس دل و دماغ کے ساتھ ساتھ نوعمری سے ہی پختہ سوچ رکھنے والی خاتون شاعرہ گزری ہیں، گو کہ بیسویں صدی میں ایسے مرد تو

دکھائی دیتے ہیں مگر خواتین نظر نہیں آتیں۔ زاہدہ خاتون شروانیہ یوں تو ہر پہلو سے حیرت انگیز اور متاثر کن اوصاف و صلاحیتوں کی مالک تھیں لیکن عربی زبان کی قابلیت و لیاقت اور فہم کے اعتبار سے وہ نابغہ روزگار ہستیوں میں شمار کی جاسکتی ہیں ۔ ۱۹۰۵ء سے صرف گیارہ برس کی عمر سے انہوں نے اشعار کہنا شروع کردیے جو انہوں ایک پاکٹ سائز ڈائری میں لکھے جسے انہوں نے کلیات کا لقب دے رکھا تھا۔ ان کی ہمشیرہ محترمہ انیسہ خاتون شروانیہ نے ان کی زندگی سے متعلق اپنی یاداشتوں کو ایک تالیف میں مقید کیا ہے لکھتی ہیں، " یہ شعر دس سال کی عمر میں کہے گئیان سے اس وقت کے جذبات آیئنے کی طرح نمایاں ہو جاتے ہیں،

دائم میری مدد پر اگر کبریا رہے دنیا میں ثانی بھی مرا کوئی بھلا نہ رہے
میں شاعری میں اتنی ہوں مشہور کبریا سورج کی طرح نام چمکتا میرا رہے

پھر اسکے بعد ایک سال بعد ایک اور قصیدہ ہے جو صرف تین شعروں کا ہے۔ اور ناتمام ہے، اوّل کے دو شعر یہ ہیں،

پہلا سا شوق شاعری مجھ کو نہیں رہا جیسا کہ پہلے شوق تھا اب وہ نہیں رہا
بلبل کو گویا آرزوئے گل نہیں رہی یا شوقِ گلستاں کسی گل کو نہیں رہا

اقتباس بالا میں اپنی دس سال سالہ عمر کی جس شاعری کا نمونہ انہوں دکھایا ہے، وہ اگرچہ تک بندی سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتا مگر اس عجیب و غریب تمنا کی الہامیت کا حیرت کے ساتھ معترف ہونا پڑتا ہے جس کی بنا پر کمسنی میں ان کے قلم سے یہ الفاظ نکلے ہیں۔" [۲]

زاہدہ خاتون کی نظم و نثر دونوں پر عربی زبان کا رنگ خاصا گہرا نظر آتا ہے ۔ انہوں نے اپنی تحریروں میں جگہ جگہ عربی زبان کے الفاظ، کلمات، جملے تشبیہات اور استعارے جو اکثر قرآن واحادیث اور عربی ادب سے ماخوذ ہیں بلا جھجک اور بر محل استعمال کیے ہیں۔ خصوصاً انکے خطوط میں جابجا ایسا نظر آتا ہے ، جیسے اپنی بہن انیسہ خاتون کو ۱۹۱۰ء میں محض ۱۴ کی عمر میں ایک خط لکھا جس میں کچھ مشورے دینے کے بعد لکھا "والسلام علی من اتبع الھدی" یہ وہ جملہ ہے رسول اکرم ﷺ نے شاہان عرب و عجم کو خطوط لکھتے ہوئے تحریر کروایا تھا۔ خاص طور پر وہ اشعار جہاں عربی زبان کی عبارتیں خواہ وہ قرآن کریم سے لی گئی ہوں یا احادیث مبارکہ اور دعاؤں وغیرہ سے لی گئی ہوں، اس خوبصورتی اور مہارت کے ساتھ استعمال کی گئی ہیں گویا انگوٹھی میں نگینہ، جس سے آپ کی عربی دانی اور اس زبان سے لگاؤ کا ثبوت بھی ملتا ہے،

مثال ملاحظہ ہوں:

بالصبر و الصلواۃ کو سوچا سے آہ آہ

کی وقتِ غم بند صدا آہ آہ کی [۳]
وہاں غنچہ یہ ہے کُلُّ مَنْ عَلَیھَا فَان
زبانِ برگ پہ ذکرِ بقائے یزداں ہے [۴]

ان اشعار میں زاہدہ خاتون نے قرآن کریم کی دو معروف آیات کو بطور تلمیح شامل کیا ہے، پہلے مصرعے میں سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۴۵ سے لیا گیا ایک حصہ ہے، '' وَاسْتَعِیْنُوا بِالصَّبرِ وَالصَّلاۃِ۔'' جس کا ترجمہ ہے ''نماز اور صبر سے مدد لیا کرو''۔ جبکہ دوسری آیت سورۃ رحمان کی آیت نمبر ۴۶ ہے، ''کلُّ مَنْ عَلَیہَا فَانٍ'' جس کا ترجمہ ہے'' زمین پر ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے''۔

زاہدہ خاتون نے اخلاقی، ملکی و ملی شاعری بھی کی جس کا رنگ ناصحانہ ہے۔ وہ خواتین کو دینی و اخلاقی تعلیم و تربیت سے مالا مال دیکھنے کی حد درجہ خواہش مند تھیں ان کے اصلاحی کلام میں اقبال، حالی اور اکبر الہ آبادی کے کلام کی تقلید یا جھلک دکھائی دیتی ہے۔ ان کے دیوان ''فردوس تخیل'' سے ان کی شخصیت کے بے شمار گوشے نہاں ہوتے ہیں جن میں بیسویں صدی کی ایک جرات مند، بے باک اور صاحب کردار نوجوان خاتون صاف دکھائی دیتی ہے۔ ہم نے ان کے کلام سے وہ اشعار مستعار لیے ہیں جن میں عربی زبان کا استعمال ہے۔ ایک نظم جو مسدس کے انداز میں ہے، اس میں کہتی ہیں:

یاد ایام کہ تھا بخت فدائے مسلم
ڈھونڈھتے تھے فلک و ارض رضائے مسلم
دل ہر قل کو ہلاتی تھی ندائے مسلم
تاج ایراں تھا زیر کف پائے مسلم
رتبہ اَنتُمُ اَلاَعلَونَ تھا اس کے لائق
قَول اَکمَلتُ لَکُمْ دِینَکُمْ اس پر صادق[۵]

اس بند کے آخری شعر کے پہلے مصرعے میں موجود قرآن کا یہ جملہ '' اَنتُمُ اَلاَعلَونَ'' '' سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۹ اور سورۃ محمد کی ۳۵ میں آیا ہے۔ جسکے معنی ہیں۔''تم ہی سب سے برتر ہو۔'' جبکہ دوسرا مصرعہ '' سورۃ المائدۃ'' کی آیت نمبر تین سے ماخوذ ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ اَلیَومَ اَکمَلتُ لَکُمْ دِینَکُمْ وَاَتمَمتُ عَلَیکُمْ نِعمَتِی وَرَضِیتُ لَکُمُ الاِسْلَامَ دِیناً

جس کا ترجمہ ہے، آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا اور اسلام کو تمہارے لئے بطور دین پسند کیا۔

نعت گو شاعرات میں عربی زبان کے الفاظ کا استعمال زاہدہ خاتون کے ہاں بہت زیادہ ملتا ہے

انہیں قرآن حدیث وتاریخ کی تلمیحات کے ساتھ ساتھ عربی زبان کے مفردات اور تراکیب کو فی البدیہ استعمال کرنے کا فطری وصف بطور عطیہ خداوندی حاصل تھا۔ نیز ایک اور لحاظ سے بھی وہ اپنے ہم عصروں میں نمایاں مقام رکھتی ہیں اور وہ ہے عربی و فارسی الفاظ کے باہمی ارتباط سے نت نئی تراکیب کا وضع کرنا، علامہ شبلی نعمانی، حالی، مولانا فضل حق خیر آبادی، اکبر الہ آبادی، سر سید احمد خان، ڈپٹی نذیر احمد اور علامہ اقبال کی طرح انہوں نے جو اصطلاحات متعارف کروائی ہیں منفرد مقام رکھتی ہیں[۶]

ان کی زندگی کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے رب اور محبوب رب سے بے حد قریب تھیں اتنا کہ ذکر الٰہی اور ذکر رسول ﷺ ہمہ وقت ان کے قلب وذہن میں سر گرداں رہتا، اس بات کا انکے کلام سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔، ہم نے ان کے دیوان سے کلام کا چناؤ اس اعتبار سے بھی رکھا گیا ہے کہ عربی زبان کی آمیزش، حلاوت و امتزاج سے شاعری کی منوال پر بُنے گئے، ابیات آپ کے سامنے آئیں۔ ذیل میں دئے جانے والے اشعار ۱۹۲۰ء میں کہے گئے دس ابیات پر مشتمل ایک منظومے سے لئے جا رہے ہیں جسکا عنوان بھی قرآن سے ماخوذ ہے، ملاحظہ ہوں،

لاتقنطوا

وقت پر خاش ہیں پیشانی مسلم کے خطوط
آیہ زُلزِلَتُ اَلارضُ کی شرحِ مبسوط
دلِ مسلم کبھی قوت سے نہ ہوگا مفتوُح
جھوٹ ہے، جھوٹ ہے اس حصن کی افواہ سقوط
اَنزَلَ اَللہُ سَکِینَۃ سے کرو کسبِ فیوض
پڑھ کے کَم مِنْ فِءَۃٍ دل کو بنا لو مضبوط
ورد لب فَاَعتَبِرُو ایَا اولِی اَلاَبصَار ہوا
دیکھ کر خیر امم کا وہ صعود اور یہ ہبوط
منحصر اَنتُم اَلاَعلَونَ تھا اِن کُنتُم پر
حسرت۔اے شرطِ فراموش کہ فَات المَشروطُ
لذت دید ہے اب رند کی مستانہ روش
سوزن چشم ہے اب شیخ کی ریشِ مخروط [۷]

ان اشعار میں بالترتیب" سورۃ زلزال" کی "آیت نمبر ایک" "سورۃ الفتح" کی " آیت نمبر ۴ " " ۱۸ " " سورۃ بقرہ" کی " آیت نمبر ۲۴۹ " اور "سورۃ الحشر" کی " آیت نمبر ۲ " سے

ماخوذ تلمیحات اشعار کے اسلوب و مفہوم و معانی کو دوچند کر رہی ہیں۔

اب جو اشعار آپ کے مطالعے میں آنے والے ہیں، انکی انیس اشعار پر مشتمل ایک طویل "نعت محمد ﷺ" سے منتخب کئے گئے ہیں۔ برصغیر کے مسلم نعت گو شعراء نے صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نعتیہ کلام میں بطور ردیف بہت زیادہ استعمال کیا ہے اور "صلی اللہ علیہ وسلم" کی ردیف میں جتنی نعتیں لکھی گئیں مدائح رسول میں اہم مقام کی حامل ہیں، لیکن ز۔خ۔ش کی یہ نعت اپنے اندر جاہ و جلال بھی رکھتی ہے اور فخر و انبساط بھی۔ اتنا گہرا اثر کہ پڑھنے والا محسوس کیئے بنا نہیں رہ سکتا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جلوۂ سینا نور محمد، عرش کا زینا عشق محمد
دل کا مدینہ جائے محمد صلّی اللہ علیہ وسلم

—

واقفِ رمزِ مَعَانِی عالم، عالِم عِلِمۡمَالَمۡ یَعۡلَمۡ
فہمِ جہاں آرائے محمد صلّی اللہ علیہ وسلم
ذکر ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی اور پھر تذکرہ اَو اَرِنِی
ہے صفت ادنائے محمد صلّی اللہ علیہ وسلم

—

تاج شہی پر ٹھوکر ماری، فرما کر اَلفَقۡرُ فَخۡرِی
واہ رے استغنائے محمد صلّی اللہ علیہ وسلم
کہہ سکتی ہے امت کس کی سبحان ما اعظمَ شانی
کوئی نہیں ہمتائے محمد صلّی اللہ علیہ وسلم
عاشق رب نے قول ہے دیکھا اِتَّبِعُونِی یُحۡبِبۡکُمۡ کا
کیوں نہ ہو وہ شیدائے محمد صلّی اللہ علیہ وسلم
جب سے پڑھی ہے آیت اطہر، اِنَّا اَعۡطَینَاکَ اَلکوثَر
ہے ہوسِ صہبائے محمد صلّی اللہ علیہ وسلم
لب پہ ہے میرے جاری نغمہ مافِی قَلۡبِی غَیرَ اللہ کا
دل میں ہے میرے جائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم [۸]

مندرجہ بالا اشعار میں زبیدہ خاتون نے " سورہ علق " کی "آیت نمبر ۵ " " سورہ نجم کی

آیت نمبر ۸ " سورہ بقرہ" کی " آیت نمبر ۲۶۰ " سورہ آل عمران" کی " آیت نمبر ۳۱ " اور سورہ الکوثر" کی " آیت نمبر ۱ " کے حوالہ جات بطور تلمیح دیے ہیں، نیز حدیث رسول ﷺ " الفخر فقری" کو بھی بطور تلمیح شاملِ کلام کیا ہے۔ ان نعتیہ ابیات کی تب وتاب کا یہ عالم ہے کہ پڑھنے والا وسعت معانی کے بحر بیکراں میں غوطہ زن ہو جاتا ہے،

" لَاتَقْنَطُوا" کے زیر عنوان ایک منظومہ ۱۹۲۰ء میں تحریر کرتی ہیں۔ دس اشعار پر مشتمل اس نظم میں کئی اشعار میں پانچ مشہور آیات کے کلمات بالترتیب سورہ الزلزال، آیت نمبر: ۱، : سورہ الفتح، آیت نمبر: ۲۶ و سورہ البقرہ: ۲۴۹، سورہ الحشر، آیت نمبر: ۲، سورہ آل عمران، آیت نمبر: ۱۳۹ سورہ البقرہ، آیت نمبر: ۱۵۴ سے ماخوذ بطور تلمیح قرآنی استعمال کیئے ہیں، جبکہ عنوان بھی ایک آیہ مبارکہ سورہ الزمر: ۵۳ سے لیا گیا ہے۔

وقت پر خاش ہیں پیشانی مسلم کے خطوط
آیہ "زُلزِلَتِ اَلاَرضُ " کی شرح مبسوط[۹]

—

" اَنزَلَ اللہُ سَکِینَۃ " سے کرو کسبِ فیوض
پڑھ کے " کَم مِن فِءَۃٍ" دل کو بنالو مضبوط[۱۰]

—

وردِ لب " فَاعْتَبِرُوا یَا اُولوالَابصارِ " ہوا
دیکھ کر " خَیرُاُمم "کا وہ " صَعُود" اور یہ "ہبُوط"
منحصر " اَنتمِ اَلاَعلَونَ " تھا " اِن کُنتُم" پر
حسرت۔ اے شرط فراموش! کہ فَاتَ اَلمَشرُوط [۱۱]
کندہ جس پہ سند پاک "بَل اَحیَاءُ " تھی
تیرے سینے پہ چمکتا تھا وہ تمغائے حیات[۱۲]

" مِن اَلحَرِیم اِلیٰ اَلحَرِیم" جو اگست ۱۹۱۸ء میں لکھی گئی میں بھی عربی زبان کے کئی ایسے کلمات استعمال کئے ہیں جو انبیاء کرام سے متعلق متعدد اہم آیات میں آئے ہیں جیسا کہ "لاتخف" معنی ہیں ڈرو نہیں۔۔ سورہ النحل: ۱۰ سورہ طٰہٰ: ۲۰۔۲۱۔۶۸ اور سورہ القصص: ۲۵ اور دیگر میں موجود ہے اسی طرح خاف۔ یخاف بھی کئی جگہ آیا ہے، جس سے ان کے وسیع المطالعہ ہونے کا بخوبی ادراک ہوتا ہے۔ ان اشعار میں کہتی ہیں،

کہیں معرفت کی ہے لو لگی کہیں فلسفے کی چکیہت سینکی

کہیں ورد آیہ لَا تَخَفْ ۔ کہیں بحث خَافَ یَخَافُ ہے [۱۳]

گر چہ واقف ہوں کہ لحبختر لغیر لمبدّبیا زندگی

کلہ شئیِ ہالکہ بانگِ سمنالمبنیگعضبیا [۱۴]

’’صحبت لیلی‘‘ ان کے تیسرے دور کی نظموں میں سے ایک نظم ہے جو خواجہ حسن نظامی کی اہلیہ لیلی بانو کے لئے انہوں نے ۱۹۱۸ء میں لکھی تھی جن سے انکی گہری دوستی تھی، اس کا یہ شعر ہے جس میں عربی زبان کے حرف ایجاب ’’ لا‘‘ کا استعمال کیا گیا ہے۔ کہتی ہیں،

گر اتفاق سے دست طلب ہوا بھی دراز

جناب بخت نے فرمایا سر ہلا کر ’’ لا‘ ‘ [۱۵]

’’شادی‘‘ کے زیر عنوان زبیدہ خاتون نے چار منظومات کہیں ان میں شادی نمبر ایک ’’ سعیدہ بانو‘‘ کے لئے ہے جو ان کی ہم عصر ادیبہ تھیں جن کی شادی بیرسٹر احسان الحق سے ہوئی اس موقع پر یہ تہنیتی منظومہ کہا گیا۔ اس کے آخری شعر میں عربی زبان کے یہ کلمات استعمال کیے ہیں ملاحظہ ہوں،

اعداء کہیں رو کے ’’ مسنا القرح ‘‘

شادی ہو سعید ۔ باعث فرح [۱٦]

ان کے اس دیوان میں ایک نظم بعنوان ’’ سہرا‘‘ بھی ہے جس کے متعلق ڈاکٹر فاطمہ حسن نے لکھا ہے کہ، ’’یہ نظم ترک رہنما انور پاشا کا سہرا ہے۔ جن پر انہوں نے ایک نظم زندہ باد انور پاشا بھی لکھی تھی۔[۱۷]

نظم ’’سہرا‘‘ کے دو اشعار میں عربی میں قرآنی تلمیحات کا برملا استعمال دیکھئے کیسے کیا ہے،

آج سلطان کا داماد بنا ہے نوشہ سوئے یلدیز چلا باندھ کے سر پر سہرا

مَاشَاءَ اللہُ وَلاحَولَ وَلا قُوَّۃَ اِلَّابِاللہ کیا ہی دلکش ہے سر طلعتِ انور سہرا

ہوگئے نُورٌ عَلیٰ نُور کے معنی روشن رخِ انور پہ ہے تابش گہِ گوہر سہرا [۱۸]

’’فردوس تخیل‘‘ کے آخر میں جو قطعات واشعار ہیں ان میں بھی بہت سے اشعار عربی زبان کے کلمات سے مزین ہیں، کچھ مثالیں ملاحظہ ہوں۔

اِدھر تھے نشے میں رندانِ مسکین

اُدھر تھے سجدے میں زّھاد خود بین

جو پوچھا ’’ اَیُّھُم اُخرَیٰ وَ اخِرُ

کہا قرآن نے " وَیلٌ لِّلمُصَلِّین "[۱۹]

—

فراق است تکلیف مَا لَایُطَاق
فَیَا لَیتَنِی مُتُّ قَبلَ اَلفِرَاق [۲۰]

—

فخر شرافتِ نسبی حد سے جب بڑھا
تَبَّتْ یَدَااَبِی لَہَب اللہ نے کہا[۲۱]

—

بحثِ رب چھیڑے اگر ملحد ابھی قُل ہُوَالرَّحمٰنُ امنابہ [۲۲]

—

کیادل نشیں ہے نکتہ سرائی رَبِّ بَیتِ اُف اُف۔ یہ مَارَ میتَ کے پہلو میں اِذرَ میتَ[۲۳]

—

سناناوہ۔ شیریں گلہ پھر سنانااِذَا مَسَّ الانسانَ ضُرٌّ دَعَانَا[۲۴]

—

اک مشت پر سے تم کو سلیمان! بآں شہی سنناپڑا" اَحَطتُ بِمالِم تُحِطْ بِہ" [۲۵]

—

پاکر دل مسلم غلبہ فرعون ناصح نے سنائی خبر " اَنتُمُ اَلاَعلَونَ" [۲۶]

مسلم نے کہا رب سے "کر اس عہد کا ایفاء " فرمایا "اَقِم وَجھَکَ لِلدِّینِ حَنِیفاً " [۲۷]

یہاں میں نے ایسے اشعار کا انتخاب آپ کے سامنے پیش کیا جن میں ممدوحہ نے قرآنی تلمیحات کو بڑی روانی اور فصاحت کے ساتھ بر محل اپنے کلام میں شامل کیا جس سے ان اشعار کی بلاغت کی حدوں میں بے پناہ وسعت پیدا ہو جاتی ہے اور اس سے آپکے قرآن سے تعلق کی مضبوط بنیادوں کا بھی بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ ز خ۔ش اسی تعلق باللہ کے طفیل ایک حساس دل و دماغ کی مالک تھیں، گھر کی چار دیواری میں پردے کے ساتھ رہنے کے باوجود باہر کی دنیا بھر سے بھرپور رابطہ رکھا، برصغیر پاک وہند کے ساتھ ساتھ پوری دنیا کے مسائل پر انکی گہری نظر تھی، اسقدر نوعمری میں وہ حالات حاضرہ سے بخوبی واقف تھیں نہ صرف یہ بلکہ ان غور و خوص کے بعد انکو احاطہ تحریر میں لانے کے لئے بڑھ چڑھ کر کوشش کرتیں اور رائے عامہ کو ہموار کرنے میں اپنا کردار ادا کرتیں۔ یہ رابطہ انہوں نے اخبارات اور رسائل کی دنیا کے ذریعے سے قائم کیا ہوا

تھا۔ جس میں ان کا حصہ اس دور کے بڑے بڑے دانشوروں سے کم نہ تھا۔ قرآن اور احادیث مبارکہ اور تعلیمات اسلامی سے واقفیت عمیق مطالعے پر مشتمل تھی اور غیر معمولی تھی جسکا اظہار ان کے اشعار سے ہوتا ہے، مضامین کی وسعت و فراوانی، خیالات کی جولانیاں اور دلائل کی گھن گرج اور سب سے بڑھ کر ظلم و بربریت و استحصال انسانی کے خلاف صدائے احتجاج اُس عہد کی خواتین کے برعکس بہت اونچے درجے پر دکھائی دیتا ہے، ان کی شاعری معجزانہ حسن و جمال رکھتی ہے جسے فطرت سے گہری مطابقت ہے۔ ان کی فکر سخن اور قادر الکلامی حیرت و استعجاب کی منازل بڑی تیزی سے طے کر گئیں جن کے حصول میں اکثر شعراء کو لمبی عمر طے کرنا پڑتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ استغراق کی کیفیت میں شعر کہا کرتی تھیں اور جسقدر حالات شدت اختیار کرتے گئے ان کی قدرت کلام میں تیزی آتی گئی۔ ملت اسلامیہ، خلافت عثمانیہ، تحریک پاکستان مسلمانان ہند کی حالات زار، انگریزوں کی چالیں، یورپ کے مسلمانوں کی حالت زار، یہود و نصاری کے اسلام اور مسلمانوں پر حملے، برصغیر کی خواتین کی پستی اور زبوں حالی اور نسل نو کی آبیاری سے غفلت، غرض کونسا موضوع ہے جس پر انکی رگ شاعری نہ پھڑکتی ہو اور جس پر انکی روح نہ تڑپتی ہو۔ نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کی اسقدر فکر تھی کہ انہوں نے اس دور میں ''ینگ شروانیز لیگ'' کے نام سے ایک سوسائٹی بھی تشکیل دی۔

مختصر عمر لے کر آنے والی اس شاعرہ نے اپنے بچپن سے لے کر جوانی کی وفات تک کے کم عرصے میں بہت سے دکھ جھیلے۔ بچپن میں ماں کے سائے سے محرومی، لڑکپن میں حقیقی اکلوتے اور بے حد پیار کرنے والے بڑے بھائی احمد اللہ خان کی بائیس سال کی عمر میں وفات، اور پھر اس کچھ ہی عرصے بعد پھوپھی زاد بھائی و منگیتر ابد شیروانی کا انتقال، ہو گیا، ان صدموں نے ان کو نڈھال کر دیا۔ ۲۷ جنوری ۱۹۲۲ء کو وہ بخار میں مبتلا ہوئیں، اور ایک ماہ سے چند روز اوپر بیمار رہنے کے بعد ۲ فروری ۱۹۲۲ کو محض ۲۷ سال کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ فرما گئیں۔ ان للہ وان الیہ راجعون، یوں برصغیر کے دنیائے ادب کا یہ سورج اپنی تمام تر تابناکیوں کو دنیا میں چھوڑ کر غروب ہوا۔ آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ فاطمہ حسن، ڈاکٹر، زاہدہ خاتون شیروانیہ، حیات و شاعری کا تحقیقی جائزہ، انجمن ترقی اردو، پاکستان، ڈی۔۱۵۹، بلاک ۷ گلشن اقبال، کراچی۔ ۷۵۲۰۰، اشاعت اول ۲۰۰۷ء، ص: ۱۳۳

۲۔ انیسہ ہارون بیگم شروانیہ، حیات ز۔خ۔ش (زاہدہ خاتون شروانیہ کی سوانح عمری) مطبوعہ اعجاز پرنٹنگ مشین پریس چھتہ بازار حیدر آباد دکن، ۱۹۵۴ء، ص: ۳۳

۳۔ ز، خ، ش، فردوس تخیل، دار الاشاعت پنجاب لاہور، ۱۹۴۱ء، ص: ۵۷

۴۔ ایضاً،
۵۔ ایضاً۔۱۲۶
۶۔ محمد جمیل احمد ایم۔اے بریلوی،تذکرہ شاعرات اردو،ناشر: قومی کتب خانہ بریلی ۱۹۴۴ء ص:۴۱۱
۷۔ فردوس تخیل، ص:۲۴۹
۸۔ ایضاً۔ص:۲۷۲۔۲۷۳
۹۔ ان اشعار میں مشہور و معروف حیدث العلم فریضاالکل مسلم و مسلمتاًگا ایک حصہ بیان کیا گیا ہے نیز الگلی حدیث عورتوں کے مسجد جانے کے متعلق ہے۔
۱۰۔ ایضاً
۱۱۔ ایضاً۔ص:۲۴۵
۱۲۔ ایضاً۔ص:۲۵۰
۱۳۔ ایضاً۔ص:۲۹۶
۱۴۔ ایضاً۔ص:۲۶۰
۱۵۔ ایضاً۔ص:۲۹۹
۱۶۔ ایضاً۔ص:۳۱۱
۱۷۔ فاطمہ حسن،ڈاکٹر،زاہدہ خاتون شیر وانیہ،حیات وشاعری کا تحقیقی جائزہ،انجمن ترقی اردو، پاکستان،ڈی۔۱۵۹،بلاک ۷ گلشن اقبال، کراچی۔۷۵۲۰۰،اشاعت اول ۲۰۰۷،ص: ۳۳۴
۱۸۔ زاہدہ خاتون شروانیہ،فردوس تخیل (دیوان)،دارالاشاعت پنجاب لاہور، ۱۹۴۱ء: ص ۲۸۲
۱۹۔ ایضاً: ص:۳۷۶
۲۰۔ ایضاً، ص:۳۸۰
۲۱۔ یضاً۔ص:۳۸۱
۲۲۔ ایضاً، ص:۳۸۱
۲۳۔ ایضاً
۲۴۔ ایضاً
۲۵۔ ایضاً
۲۶۔ ایضاً، ص:۳۸۲
۲۷۔ ایضاً